Dareecha-e-Tahqeeq

دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972

VOL 7, Issue 1

www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

Research Article

ڈاکٹر فرہاد احمد فگارؔ،

مظفر آباد، آزاد کشمیر

امریکن ادب کی تاریخ اور ہیمنگ وے کا مقام

Dr.Farhad Figar

Muzaffarabad, Azad Kashmir

Received: Jan 05, 2026
Accepted: Feb 04, 2026
Published:Mar 30. 2026

History Of American Literature And The Position Of Hemingway

This study explores the history of American literature with a particular focus on the literary position of Ernest Hemingway. It traces the evolution of American writing from its early colonial roots to modernist transformations, highlighting major themes such as individualism, realism, and cultural identity. Within this broader framework, Hemingway emerges as a central figure of twentieth-century modernism, known for his distinctive minimalist style and profound thematic concerns, including war, loss, and human resilience. The paper examines how his works reflect the socio-historical context of post-World War I America and contribute to the shaping of modern narrative techniques. Ultimately, the study evaluates Hemingway's lasting influence on American and global literature, positioning him as a key architect of modern literary expression.

Keywords: American Literature, Literary History, Ernest Hemingway, Modernism, Minimalism, War and Trauma, Narrative Style

امریکا کی دریافت کسی خاص ارادے کے تحت ہر گز نہیں ہوئی۔ یہ ایک بالکل اتفاقیہ تھی۔ پندرہویں صدی عیسوی کے آخری عشرے 1490ء میں کرسٹوفر کولمبس یہاں آیا۔ اس نے اس علاقے کو دیکھا اور پھر اس کے حالات کو رقم کیا۔ کولمبس تھا تو اطالوی مگر ہسپانیہ کے بادشاہ فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا کا ملازم تھا۔ اس براعظم کی دریافت کا سہرا تو سر کرسٹوفر کولمبس کے سر ہے لیکن اس نو دریافت شدہ براعظم کا نام "امریگو ویسپاسی" کے نام پر رکھا گیا۔ جیسا کہ تاریخ امریکہ کے مصنف فرینکلن ایشر لکھتے ہیں:

"امریکہ کا نام امریگو ویسپاسی کے نام پر رکھا گیا۔ یہ شخص اٹلی کا رہنے والا تھا اور اس نے 1501ء میں برازیل کے ساحل پر سیاحت کی اور واپس یورپ پہنچ کر اپنے سفر کے اس قدر تفصیلی حالات لکھے کہ اس کی شہرت نے کولمبس کو بھی مات دے دی۔"(1)

یہ علاقہ جو تاریخ میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے نام سے اب جانا جاتا ہے۔ اس علاقے میں پہلی مستقل آبادی سینٹ آگسٹائن (فلورڈا) کے مقام پر 1560ء میں

آباد ہوئی۔ اسپین کے باشندوں نے اس علاقے میں بیرونی حملہ آوروں کے خدشے کے پیش نظر ایک مضبوط قلعہ بھی تعمیر کروایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرانس، انگلستان، ہالینڈ، سویڈن اور پرتگال وغیرہ اس نو دریافت شدہ دنیا میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ نئی دنیا دیگر ممالک کے لیے اس قدر دلچسپی کا باعث تھی کہ یورپ نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کیا کہ اس علاقے کو تقسیم کر کے مختلف علاقوں میں بانٹ دیا جائے۔ انگلستان کو یہ بات کسی طور ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ سپین کے جہاز امریکہ سے سونے کے ذخائر ڈھو ڈھو کر لے جائیں۔ برطانیہ چوں کہ ایک حاسد قوم تھی اس لیے اس نئی دنیا کو بھی محسود ہونا پڑا۔ اپنے اسی حسد کی پیش نظر انگریز ہسپانیہ کی ہر ایک چیز سے متنفر ہو گئے۔ یہ اختلاف اس حد تک بڑھ گیا کہ انگلستان نے اصلاحات کے بعد عیسائیوں کے پروٹسیٹ فرقے کی طرف جھکاؤ رکھا۔ جب کہ دوسری جانب ہسپانیہ کیتھولک فرقے کا نمائندہ بن کر سامنے آیا۔ مسئلے مسائل کا سامنا کرتے کرتے عرصہ بیت گیا۔ سترہویں صدی عیسوی کے آغاز میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ ایک خوبصورت سرزمین تھی۔ یہاں کے گھنے اور سرسبز جنگلات پرندے اور جنگلی جانوروں کی بہترین پناہ گاہ تھے۔ وسطی امریکہ میں شہر اور قصبے آباد تھے۔ پتھر کی خوبصورت اور دیدہ زیب عمارات پر نقش و نگار اور پچی کاری کا بے حد عمدہ کام کیا گیا تھا۔ وہاں عیش و عشرت کا سامان انتہا درجے کو پہنچا ہوا تھا۔ ادھر جنوبی امریکہ کے باشندوں نے ہندوستانی تہذیب کے دائرے میں قدم رکھ لیا۔ جب کہ شمالی امریکہ کے ہندوستانیوں کا معیار زندگی بھی رفتہ رفتہ وحشیانہ پن سے نکل کر بلندی کی سطح کو چھونے لگا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو یورپی تسلط سے رہائی دلانے میں بھی ہندوستانیوں کا ہی کردار اہم رہا۔ محمد یحیٰ تنہا، کے مطابق:

"ریاست ہائے متحدہ کی آزادی بھی زیادہ تر ہندوستانیوں کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ کیوں کہ ہندوستانیوں نے یورپ والوں کو بھونڈے طریقے سے آزادی کی قدر و قیمت اور ضرورت و آرزو سکھائی۔ انفرادی ضرورت اور سربلندی بھی دکھائی اور آخر کر فنون حرب سے واقف کیا جس کی وجہ سے نو آبادی کے بے قاعدہ افواج رفتہ رفتہ برطانیہ کے باقاعدہ لشکر کو دق اور پریشان کر سکی۔"(2)

انگریز حکمران امریکا کی روز بروز بڑھتی ہوئی اہمیت سے اچھی طرح آشنا تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس علاقے کی نو آبادیات پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ لیکن وقت کی رفتار کچھ دیگر معاملات کی وجہ سے انگریزوں کی گرفت مضبوط نہ رہی تھی۔

امریکا کی روز افزوں ترقی ہو رہی تھی۔ وہاں کی دولت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ زراعت کے شعبے میں بھی خاصی ترقی ہو رہی تھی۔ تمباکو اور چاول کی کاشت نے جنوبی امریکا کے دہقانوں کو جلد ہی دولت مند بنا کر انگریزوں سے اوپر لا کھڑا کیا تھا۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے وسط تک امریکا کی تمام بستیوں کی آبادی قریباً پندرہ لاکھ کے لگ بھگ ہو چکی تھی۔ اس آبادی میں ڈچ بھی تھے، فرانسیسی بھی، اسکاٹ لینڈ والے بھی اور جرمن بھی لیکن اکثریت میں انگریز تھے۔ علاوہ ازیں افریقہ کے قریباً اڑھائی لاکھ حبشی غلام بھی اس آبادی کا حصہ تھے۔ اس کے علاوہ امریکا کے اکثر باشندے ہندوستانی تھے جو رفتہ رفتہ مغرب کی طرف نکلتے چلے جا رہے تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جب گوروں نے امریکا میں قدم جمانے شروع کیے تو اس وقت وہاں موجود ہنوستانی باشندوں کی تعداد تقریباً اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔ یہ ہندوستانی نو آباد باشندوں سے لڑتے جھگڑتے رہے اور بارہا ان پر غالب آ کر انھیں قتل بھی کرتے رہے۔ اس کے بعد امریکا کی برطانوی آبادیاں متحد ہونا شروع ہو گئیں۔ ان کو متحد کرنے میں دیگر اقوام جو اس براعظم پر قبضہ کرنے کی جنگ لڑ رہی تھیں وہ بڑا محرک ثابت ہوئیں۔ امریکا کی حالت ایک ایسی سرزمین کی تھی جس کے کئی امیدوار تھے۔ ان امیدواروں میں دو بڑے تھے۔ ایک فرانس اور دوسرا برطانیہ پر قبضہ جمانے کے لیے ان دونوں امیدواروں کے مابین فیصلہ کن جنگ 1756-63ء میں ہوئی۔ اس جنگ کو ٹیفنت سالہ جنگ بھی کہا جاتا ہے سات سال تک جاری رہنے والی یہ لڑائی نہ صرف امریکا میں لڑی گئی بل کہ اس نے قریب قریب ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس جنگ میں برطانیہ نے یہ حکمت عملی اختیار کی جس کے بعد فرانسیسیوں کو امریکا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکال دینے کے بارے میں غور کیا گیا۔

1763ء میں جب اس جنگ کا اختتام ہوا اور اسپین اور فرانس کا کوئی کھٹکا باقی نہ رہا تو برطانوی حکومت نے امریکن باشندوں کو خوب سرباغ دکھانے شروع کیے۔ لیکن کچھ امریکن برطانوی چالوں سے آگاہ ہو گئے۔ رنجشیں بڑھتی چلی گئیں اور بالآخر نوبت یہاں تک آئی کہ امریکہ اپنی مکمل آزادی کے لیے انقلاب پر آمادہ ہو گیا۔ اس انقلاب کے بعد 4 جولائی 1886ء کو مریکہ نے مکمل آزادی کا منشور شائع کر دیا۔ تاریخ امریکا میں یہی دن آزادی کا جنم دن سمجھا جاتا ہے۔ فرینکن ایسٹر لکھتے ہیں کہ:

"اس منشور آزادی میں صاف صاف الفاظ میں اعلان کیا گیا تھا کہ نو آباد اپنے مادر وطن (انگلستان) سے قطع تعلق کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ اس کے ساتھ ہی امریکا کے سیاسی موقف کی بھی وضاحت کر دی گئی"۔"(3)

1816تا1824ء تک امریکا کے لوگ پوری طرح اپنی قومیت کا احساس کر چکے تھے۔ یہ آٹھ سال امریکا میں بہترین احساس کا زمانہ مانے جاتے ہیں۔

آج کا امریکا تقریباً اڑتالیس ریاستوں پر مشتمل ایک براعظم کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ نیو یارک یہاں کا دارالحکومت ہے۔ دیگر معروف شہروں میں الاسکا، شکاگو، کیلی فورنیا، ہوسٹن، لاس اینجلس اور واشنگٹن وغیرہ اہم ہیں۔

امریکا کی اس مختصر تاریخ کے بعد جب ہم امریکن ادب کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امریکا میں خانہ جنگی کے اختتام (1861-1865) سے قبل ادب تخلیق ہونا شروع ہو چکا تھا۔ مارک ٹوئین، ایمالیٹی ڈکشن اور والٹ ویائٹ مین نے سب کچھ امریکی انداز میں پیش کرنا شروع کیا۔ ابتدا میں امریکن ادب کوئی باضابطہ ادب کی صورت میں نہ تھا۔ 1608ء میں کیپٹن جون ایلتھ نے The True Relation A Virginaia لکھی تو اس نے امریکی ادب کو ایک نیا رخ فراہم کیا۔ روبرٹ بھی ورجینا کی تاریخ لکھ ڈالی۔ رابرٹ کلے نے بھی ورجینیا کی تاریخ لکھ ڈالی۔ رابٹر کلے کی یہ کتاب 1705ء میں لندن سے شائع ہوئی۔ اس زمانے میں تخلیق ہونے والا زیادہ تر ادب مذہبی نوعیت کا حامل تھا۔ تاریخ امریکہ میں جیسا کہ بات ہو چکی اس دور میں امریکا کے اکثر علاقوں میں برطانوی افراد کی آبادی کے پیش نظر ان علاقوں کو New England کہا جاتا تھا۔

اسی دور میں مسز اینے برڈاسٹریٹ کی شہرت پھیلی یہ امریکن شاعرہ تھیں۔ سترہویں صدی عیسی کی اس شاعرہ کی نظمیں 1950ء میں لندن سے شائع ہوئیں۔ ان نظموں میں فطرت نگاری موسموں کا تغیر و تبدل ہونے کے علاوہ قدیم و جدید لندن کا پرتو بھی ملتا ہے۔ اسی عہد میں مائیکل وگلس ورتھ کی اہمیت بھی سامنے آئی۔ 1705ء میں دائمی اجل کو لبیک کہنے والے اس شاعر کی شاعری میں مذہبی رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ مائیکل ورتھ کی نظم نگاری اپنے دور کی تاریخ میں بھی بیان کرتی ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے اس شاعر کی نظم A Story of Emptiness کی چند لائنیں ملاحظہ ہوں:

اور دولت ہے کیا، جس کے لئے آدمی ہیجانی ہو
سب بے اعتبار، یک سر بے معنی، و گزراں
جس سے روح کو ضرب لگے
اے بے وقوف! یہ سب کھوکھلی پرچھائیوں
کے آگے بھاگنا ٹھیک ہے؟ ٹھیک ہے کیا؟
دولت آئے مگر سرعت سے بھاگ جائے
اور ساتھ ساتھ بیماریوں میں اضافہ کرے

اٹھاروین صدی عیسوی میں ہی امریکا میں کوئن میتھر کے نام کا شہرہ ہوا۔ اس کی تحریروں میں مافوق الفطرت عناصر کا غلبہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کو بھوت پریت سے ذاتی دل چسپی تھی۔ اس کی نگارشات میں اہم ترن Esays to do good کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اسی عہد کا ایک اور اہم نام Bishop Geroge Berkeley (بشپ جارج بارکلے) ہے۔ بارکلے 12 مارچ 1685ء کو پیدا ہوا اور 14 جنوری 1753ء کو وفات پائی۔ بارکلے کی کتب میں Migsellanea Mathematia, Arithemtica, De Motu اور Miscellary وغیرہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ بارکلے کی اہمیت اس وجہ سے بھی مسلم ہے کہ اس نے امریکیوں کو دنیا میں نام وری کی خوش خبری سنائی۔ امریکا کا یہ فلسفی، شاعر اور ادیب اپنی شہرت اور نام وری میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ اس کی نظم امریکا کا یہ ٹکڑا ملاحظہ ہو یہ نظم بارکلے نے 1726ء میں لکھی اور اس کا موضوع تعلیم اور حصول تعلیم ہے

The muse disgusted at an age clime
Barren of every glorious theme
In distant lands now waits a better time

Producing subjects worthy fame
In happy climes, where from the genial son
And fancied beauties by the true,
In happy climes, the seat of innocense
Where nature guides and virtue rules
Where men shall not impose for truth an Senge
The pedantry of couty and schools
Not such as Europe breeds in her decay
Such as she bred when fresh and young
Westward the covers of empire takes its way
The four first acts already past

بارکلے کے بعد امریکی مدیر برنجمن فرینکلن کا دور آتا ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے آخری عشرے میں وفات پانے والے برنجمن فرینکلن کی خود نوشت خاصے کی چیز ہے۔ مشہور ہے کہ بنجمن نے اپنی زنگی کے کسی گوشے کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی اس جیون کتھا کے بارے میں پروفیسر وہاب اشرفی رقم کرتے ہیں کہ:

"اس کی آپ بیتی اس کی زندگی اور معاصرہ حالات کی عکاسی سے ادب کا شاہکار بن گئی ہے۔"(4)

برنجمن کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ اس کے سبھی معاصرین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کو جو چیز بھی ملے اس میں ڈوب کر مطالعہ کیا۔ اپنی سیاسی و صحافتی زندگی میں بھی برنجمن خاصا متحرک تھا۔ اپنے عہد کے سبھی اہم لوگوں سے بذریعہ خط و کتابت رابطہ قائم رکھا اور ان سے امریکی حالات پر تبادلہ خیال کرتا رہا۔

امریکی ادب میں اسی عہد کا ایک اور اہم شاعر جان تروبل (John Trumbell) بھی ہے۔ جان تروبل 1750ء کو Lebanon, Colony of Connecticut British America میں پیدا ہوا۔ یہ شاعر ستاسی برس کی عمر میں شاعری میں امریکی انقلاب پر طنز کے نشتر برساتا تھا۔ اس کی نظم To a young Lady سے چند لائنیں دیکھیے:

In vain, fair maid, you ask in vain
My pen should try the adventurous strain,
And following truths unaltered law
Attempt you character to dray
I own indeed, that generous mind
That weeps the woes of human kind
That heart by friendship's charms inspired

علاوہ ازیں جون تربل کی دیگر نظموں کے نام یہ ہیں:

To ladies of a certain age
The owl and the sparrow
The country clown

M. Fingal I, II, III

ان تمام نظموں میں "فنگل "ایک مقبل نظم ہے:

امریکاکاایک اوراہم فن کارفرانس پاپ کینن(Francis Hop Kinson) 21دسمبر1737ءکوپیداہونے والے کنن نے امریکا کے پہلے باقاعدہ پرچم کو بھی تیار کیا۔امریکہ کے شہر پنسل لانیہ میں ہی صرف 53 برس کی عمر میں 9مئی 1791ء کو وفات پانے والے کنسن کو یہ عزاز بھی حاصل تھا کہ وہ پنسل لانیہ یونی ورسٹی کا پہلا گریجویٹ بھی تھا۔ کنسن کی نظموں میں مزاح کا عنصر نمایاں طور پر ملتا ہے۔A Pretty Storyاس کے مضامین کا مجموعہ ہے جو1774 میں شائع ہوا۔اس کے علاوہ اس کی نظمThe battle of the Kogsبھی اہم ہے۔اس کے علاوہHale in the Bushایک گیت بھی مشہور ہے۔اول الذکر نظم سے کچھ نمونہ ملاحظہ ہو:

The soldier flew, the sailor too
And scared almost to death sir
Wore out their shoes, the spread the news
And ran till out of breath, sir
Now up and down, throughout the town
Most frantic scenes were acted
And some ran here, and other there
Like men almost distracted

امریکی ادب کی تاریخ کا مطالعے میں ایک نام فلپ فرینیوPhilips Freneauبھی ہے۔2جنوری1752ءکوامریکا کے شہر نیویارک میں ولادت ہوئی اور18 دسمبر1832ءکو قریباًاسی برس کی عمر میں امریکا کے شہر نیو جرسی میں وفات پائی۔وہاب اشرفی نے مقام وفات چالٹن لکھا ہے۔امریکن شاعر اور نثار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔اکثر ناقدین کے مطابق اس کے شاعرانہ اہمیت زیادہ ہے۔ The Indian Burying guard, The wild honey, On a honey bee, On the death of Dr. Benjamin, Eutaw springsوغیرہ اہم ہیں۔

امریکا کے نمائندہ فن کاروں میں سی۔بی براؤنCarles Brokden Brownبھی اپنی انفرادیت کی وجہ سے اہم مانا جاتا ہے۔زندگی کی صرف39 بہاریں دیکھنے والا یہ جوان مرگ ادیب تپ دق کے موزی مرض میں مبتلا تھا یہی مرض اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔اس نے کئی سیاسی مضامین لکھے' مختصر نظمیں بھی لکھیں، قصے کہانیوں میں بھی شغل رہا اور سوانحی خاکے بھی مرتب کیے۔بہ حیثیت ناول نگار بھی سی۔بی۔براؤن کا نام اہم ہے۔براؤن کے معروف ناولوں میں پہلا Sky Walkکے نام سے1798ء میں طبع ہوا۔اس کے علاوہ تاریخی اعتبار کے حامل ناولWielandاورEdgar Huntlyمشہور ہوئے۔

امریکن ادب کی تاریخ جول بارلوJoel Barlowکے ذکر کے بنا بالکل ادھوری ہے۔یہ نئی دنیا کی ایک منفرد تاریخ کا تصور پیدا کرنے کے حوالے سے جانا جاتا ہے ۔بارلو کی ایک زرمیہ نظمHasty Puddingبہت مشہور ہے۔یہ نظم پہلی مرتبہ1796ء میں شائع ہوئی۔اس شاہکار نظم کی چند سطرین بہ طور مثال پیش ہیں:

Such is the name significant and clear
A name, a sound, to every Yankee dear
But most to me, whose heart and plate chaste
Preserve my pure hereditary taste

امریکا کا ایک اور عظیم فن کار جو ادب میں آفاقی شہرت کا حامل ہے۔ میتھنل یا تھورن Mathanial Hawthorne ہے۔ ابتدائی عمر میں یتیم ہو جانے والا یہ ادیب ابتدا میں جہاز ران تھا۔ پروفیسر وہاب اشرفی لکھتے ہیں:

"اس کا اپنا تعلق ایسٹ انڈیا کے کاروبار سے تے ھا۔ اس کا اپنا ایک چھوٹا سا جہاز تھا جس کی کپتانی وہ خود کرتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کتابوں سے اس کی دل چسپی شروع ہی سے تھی لیکن بہ حیثیت ایک طالب علم کے وہ بہت نمایاں نہیں تھا"۔"(5)

ہاتھورن کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کا بہت شوق تھا وہ تسلسل سے لکھتا رہا۔ اکثر وہ اپنی کہانیوں کا معاوضہ بھی وصول کر لیتا۔ اس کی ابتدائی نگارشات میں Magses from an old man اور The snow image and their stories زیادہ اہم ہیں۔ 1850ء میں ہاتھورن نے The scarlet Lettor تخلیق کی۔ یہی وہ کتاب تھی جس نے اس کی زندگی میں اہم تبدیلی لائی اور یہاں سے اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ اسی کے بعد وہ بیرون ممالک کے اسفار بھی کرنے لگا۔ نقادین کے مطابق ہاتھورن کو سمجھنے کے لیے اس کی مختصر تحریریں ہی کافی ہیں مثلاً: Twice told takes اور The mosses میں ہاتھورن کے دل و دماغ کی کیفیت کو سمجھا جا سکتا ہے کہ امریکا میں گہرے شخصی موضوعات میں پھر سے دل چسپی لی جا رہی ہے۔ کے ون پروفیسر کے مطابق:

"آج کی امریکی شاعری نے مثل تنوع سے پہچانی جاتی ہے۔ اگرچہ ان دنوں میٹر سے آزاد بے قافیہ نظم ہی سب سے زیادہ عام اسلوب ہے۔ لیکن یہاں غنائی آزاد نظم لکھنے والوں کے ساتھ ساتھ سونیٹس یا اوڈز جیسے روایتی اسالیب میں شاعرے کرنے والے موجود ہیں"۔"(6)

جدید امریکن شاعری میں وہ تمام لوازمات اپنائے جا رہے ہیں جو شاعری کے لیے ناگزیر خیال کیے جاتے ہیں۔ یہاں جدید امریکن شاعری سے چند شعرا کا انتخاب شامل کیا جاتا ہے جس سے امریکن جدید ادب کا پتا چلے گا۔ ٹامس جیمز کی اس نظم "وجوہات" سے چند لائنیں دیکھیں:

"جو مر چکے وہ آج رات کیا کر رہے ہیں؟
ان کی زبانوں کے قفل تاریکی سے ہم آغوش ہیں
ہر حرف اپنی جگہ مقفل، آنکھوں سے اوجھل
یہ چاند بھی انھیں کبھی واپس نہ کھینچ سکا
اپنی بانہوں میں لے کر بھی

جدید امریکی شاعرہ جوری گراہم Jorie Grahm 9 مئی 1950ء کو نیو یارک میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی تصانیف میں The End of Beauty جو 1987ء میں شائع ہوئی۔ Erosion جو 1983ء میں طبع ہوئی۔ جوری گراہم ایک مشہور نظم History سے کچھ سطریں دیکھیں۔ جس میں جنسی عناصر اور تاریخی شعور ملتا ہے۔

"ایک مٹی تصویر میں ایک شخص جس نے اپنا عضو تناسل اپنے منہ میں
لیا ہوا ہے، اور جس کے چہرے پر بھالے سے سینکڑوں سوراخ چھیدے گئے ہیں
خوب صورت ہوتا جا رہا ہے، فرن کی جھاڑیوں اور جنگلی سوسن پر
نظر پڑتی ہے، پھٹی ہوئی وردیاں پہنے تین شخص
بندوقیں سنبھالے عالم اضطراب میں ہنسے جا رہے ہیں
وہ اس کے دن کا حصہ ہیں ایک نیلی چڑیا گا رہی ہے
چھاؤں کے پر جلا کے ہر آنچ کو چھوڑ رہے ہیں
ہاتھ جس نے نازک بندوق اٹھائی ہوئی ہے
اور وہ ہاتھ جو نازک کولہوں کو تھامے ہوئے ہیں

جدید امریکی ادب کی تاریخ میں تھامس لکس Thomas Lux بھی معتبر نام ہے۔ 10 دسمبر 1946 نارتھ ایمٹنس میں پیدا ہوا اور 5 فروری 2017ء کو جارجیا میں وفات پائی۔ کئی طرح کے ادبی ایوارڈز ان کی خدمات کے اعتراف میں ان کو دیے گئے۔ تھامس لکس کی نظم Barn Fire سے کچھ سطریں بہ طور مثال دیکھیں:

It starts, somehow in the hot damp

And soon the lit bales

Throb in the holoft, the tails

آگ کسی نہ کسی طرح ایک گرم مرطوب جگہ سے شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے سوکھے گھاس کے انبار میں پڑی گانٹھوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

امریکن ادب کی تاریخ کے اس مختصر جائزے کے بعد ہم امریکا کے نامور ناول نگار ارنسٹ ہیمنگ کی طرف آتے ہیں۔ ہیمنگ وے امریکا کے ایسے ناول نگار اور افسانہ نگار ہیں جن کی تخلیقات نے نہ صرف امریکی ادب کو متاثر کیا بلکہ انگریزی ادب پر بھی ان کی چھاپ ملتی ہے۔ 1954ء میں اپنے شہرہ آفاق ناول "بوڑھا اور سمندر" پر ادب کا نوبل انعام حاصل کرنے والا یہ ادیب 21 جولائی 1899ء کو اوک پارک امریکا میں پیدا ہوا۔ تعلیم مکمل کیے بنا ہی عملی زندگی میں داخل ہو گیا اور ابتدا صحافت سے کی۔ بعد ازاں فوج کی ملازمت اختیار کر لی جہاں سے زخمی ہونے کے بعد استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد ہیمنگ وے نے دوبارہ صحافت کی دنیا میں قدم رکھا۔ اب کے وہ ملک سے باہر بھی صحافتی خدمات کے سلسلے میں جانے لگے۔ پیشہ ورانہ ذمے داریوں کے سلسلے میں فرانس، اٹلی، اسپین، سوئزرلینڈ، جرمنی اور یونان سمیت کوئی ممالک میں زندگی کے شب و روز گزارے۔

ہیمنگ وے کی پہلی کتاب تین کہانیوں اور دس نظموں پر مشتمل تھی۔ یہ کتاب اس وقت شائع ہوئی جب ہیمنگ وے صرف 24 سال کی عمر میں پہنچا۔ دوسری کتاب In our Times کے نام سے 1925 میں شائع ہوئی۔ ہیمنگ وے کے ناول The sun also rises کی اشاعت 1946ء میں ہوئی تاہم اس کو حقیقی شہرت اس وقت ملی جب اس کا عظیم شاہکار The old man and the sea کے نام سے 1952ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس ناول کو عالمی کلاسک میں شامل کیا گیا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب یہ ناول امریکا کے جریدے Life میں شائع ہوا تو اس کی قریب 50 لاکھ کاپیاں فروخت ہوئیں۔ احمد رضا باقی لکھتے ہیں کہ:

"یہ ناول کتابی شکل میں شائع ہونے سے پہلے "لائف" میگزین امریکا میں شائع ہوا۔ اس ناول کی بدولت اس میگزین کی دو دنوں میں پچاس لاکھ (50,00000) کاپیاں فروخت ہوئیں اور اسے Book of the month قرار دیا گیا"۔"(7)

ہیمنگ وے کا شاہ کار سمجھا جانے والا ناول اس نے دس برس کے طویل عرصے میں مکمل کیا۔ اس ناول کو اعلا نمونہ نہ سمجھا جاتا ہے۔ پروفیسر وہاب اشرفی اس ناول کی کہانی کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

"اس میں فن فطرت کے ناقابل شکست قوت سے نبرد آزما ہونے کی صورت دکھائی گئی ہے۔ اس انداز سے کہ انسان کی کمزوری اپنی جگہ پر لیکن فطرت کی انتہائی توانا طاقتوں سے وہ ٹکرا سکتا ہے، اگر اس کے اندر عزم ہو، اس ناول کا قصہ میلول کے موبیڈک کی یاد دلاتا ہے۔ اس میں بھی یہی صورت واضح کی گئی ہے۔ مچھلی کے شکار کے حوالے سے سمندر کی کیفیات کا جس طرح احاطہ ہیمنگ وے نے کیا ہے وہ اس کا حصہ تھا"۔"(8)

اس ناول کی تخلیق کے بعد ہیمنگ وے اعصابی کمزوری اور نفسیاتی مسائل میں گھرا رہا۔ زندگی اور موت کی اس کش مکش میں رہتے ہوئے بالا آخر 2 جولائی 1962ء کو امریکا کے اس عظیم ادیب نے خود کو گولی مار دی۔

ہیمنگ وے نے اپنی ناول نگاری، اپنی کہانیوں اور اپنی صحافتی خدمات کے ساتھ امریکی ادب میں ایک اعلا مقام حاصل کر لیا ہے۔ ہیمنگ وے کی خدمات کا اعتراف میں اس کے شہر اوک پارک Oak Park میں ایک عجائب گھر بنایا گیا جو "ہیمنگ وے میوزیم" کہلاتا ہے اس میوزیم میں ہیمنگ وے کے زیر استعمال اشیاء کو بڑے سلیقے اور نفاست سے رکھا گیا ہے۔ اسی شہر میں ہر سال ایک بڑی تقریب کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے جس میں ہیمنگ وے کی خدمات کو خراج پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے چاہنے والوں کی ہر طرح سے میزبانی کی جاتی ہے۔ زبیر رضوی کے مطابق:

"ہیمنگ وے میوزیم میں ہر وہ چیز رکھی گئی ہے جو دستیاب تھی اور جس کا ہیمنگ وے کی زندگی سے کوئی چھوٹا سا بھی تعلق تھا"۔"(9)

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہیمنگ وے صحافتی ذمہ داریوں کو نبھانے دیگر ممالک کا سفر کرتا رہا۔اسی سلسلے میں وہ 1921ء میں پیرس گیا۔فرانس کے اس شہر کے ادبی حلقوں میں اس کی پہچان قائم ہو گئی۔یہی وجہ تھی ہیمنگ وے کا پہلا سنجیدہ ناول(First: The sun also Rise)اسی خوش بوؤں کے شہر سے طبع ہوا۔بہ طور صحافی ہیمگن وے سچے لکھاری کے طور پر سامنے آیا۔ان کے صحافتی کام پر اس کے ادب کی چھاپ بھی واضح نظر آتی ہے۔جنگ عظیم دوم میں اس ادیب نے"London Flights The Robots"کے عنوان سے جو دردمندی سے بھری رپورٹنگ کی اسے اس کی وفات کے بعد 1962ء میں تاریخ کے پروفیسر لیوس۔ایل سائنڈرLovis L Synderنے رپورٹنگ کا شاہکارMaster Pieces Reportingقرار دیا۔اسی طرح کی دل کو تڑپانے والی کئی کہانیاں اس نے مختلف اخبار ورسائل کے لیے تحریر کیں۔مسولینی کے برسر اقتدار آنے پر 1922ء میں رپورٹنگ کی۔اسپین کی خانہ جنگی پر 39-1936 کے علاوہ اٹلی کے ایتھوپیا پر حملہ آور ہونا 1935 میں بھی اس کی رپورٹنگ کے اعلا نمونے ہیں۔

ہیمنگ وے ایک مہم جو اور بے باک شخصیت کا مالک تھا۔شکار اور بھینسوں کی لڑائی اس کے پسندیدہ مشاغل میں سے تھے۔اس کا طرز زندگی باغیانہ تھا۔ہیمنگ وے نے زندگی کے اہم ماہ و سال کیوبا میں گزارے جہاں سے فیڈرل کاسترو کے برسر اقتدار آنے کے بعد واپس امریکا کا رخ کیا۔کیوبا میں رہنے کے باعث ہیمنگ وے کو مشکوک سمجھا جانے لگا۔اس کی زندگی عجب رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔مردانہ جاہت کے باعث وہ ایک بڑا عاشق بھی تھا۔یہی وجہ تھی کہ اس نے چار شادیاں کر رکھی تھیں۔اس کی زندگی طرح طرح کی رنگینیوں اور مہمات سے عبارت ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کی شہرآفاق تصنیف "بوڑھا اور سمندر" کو بھی اس کی خود کی زندگی کی کہانی کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ اس نے مزید بارہ کتب تحریر کیں۔اپنی زندگی میں ہیمنگ وے نے تحریر کے ساتھ ساتھ اپنے دیگر مشاغل کو بھی بھرپور وقت دیا۔

امریکی ادب میں ہیمنگ وے کا مقام یقیناً وہی ہے جو اردو ادب میں اقبال و غالب کا ہے وہ شاعر تو نہ تھا لیکن اس کی نثر میں وہ شگفتگی و تازگی تھی کہ جس نے بہت ہی قلیل مدت میں اس کو ادب کا نوبل انعام دلوانے کے علاوہ عالمی ادب کے کلاسیک کا درجہ یہی وجہ تھی کہ اس کا شاہ کار بھی ایک ایسا شخص ہے جو سمندر میں اپنی لگن اور جستجو سے پیغام ہے کہ کبھی ہمت نہ ہاریں۔ہمت شرط ہے۔ہمت سے ہی سب کچھ ممکن ہے۔ایک ایسی رجائیت اس کہانی میں ملتی ہے جو زندگی کی نئی روح بن کر سامنے آتی ہے۔

ہیمنگ وے کے افسانوں کی بات کریں تو ان میں بھی ایک خاص اسلوب نظر آتا ہے۔ان کے افسانے کے پہلے مجموعے "ہمارے دور مین" کا پہلا افسانہ "انڈین کیمپ" ہمیں اس کے افسانوں اور ناولوں کے سمجھنے میں بڑی مدد دیتا ہے یہ افسانہ ہیمنگ وے کی تحقیقات میں بے حد اہمیت کا حامل ہے اور اس افسانے کا بنیادی خیال ہمیں ہیمنگ وے کے اسرار میں جھانکنے کی قوت بھی عطا کرتا ہے۔اس افسانے میں ڈاکٹر ایڈ اور اس کا بیٹا نک شمالی شمالی میچگن کے ریڈ انڈین کیمپ میں جاتے ہیں جہاں ڈاکٹر ضروری آلات کے بغیر یہ محض ایک بڑے چاقو کے ساتھ دردزہ میں مبتلا ایک حاملہ عورت کا آپریشن کرتا ہے۔اس عورت کا معذور اور ناکارہ خاوند اس کی چارپائی کے عین اور ایک نیم چھتی پر دراز ہے اور نک ایک چھوٹا سالڑ کا اپنے ہاتھوں میں سلفچی تھامے ہوئے ہے۔تین عورتیں اور ایک مرد اس عورت کو آپریشن کے دوران اپنے مضبوط ہاتھوں کے ساتھ جکڑے رہتے ہیں۔یہ تمام مرحلہ طے ہو جانے کے بعد جب ڈاکٹر کی نظر نیم چھتی پر پڑتی ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس عورت کا خاوند متواتر دو دن سے اس عورت کی چیخیں اور کراہنے کی آوازیں سن سن کر اپنا گلہ تیز استرے کے ساتھ تقریباً کاٹ چکا تھا۔

اس افسانے کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف کو بنیادی طور پر اس کہانی کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات سے کوئی دل چسپی نہیں بل کہ اس کی ساری دل چسپی اور توجہ کا مرکز ان دہشت ناک واقعات کے وہ اثرات ہیں جو ان واقعات کو رونما ہوتے دیکھ کر اس چھوٹے سے بچے تک پر ہو رہے ہیں۔بادی النظر میں تو اس کہانی میں ان واقعات کا کوئی نمایاں اثر تک نظر نہیں آتا لیکن ہیمنگ وے کے دوسرے افسانوں میں یہی نک ایڈم ایک ایسا کردار بنتا ہے جو جسمانی ذہنی اور روحانی طور پر مجروح ہے اور اس کہانی میں ہیمنگ وے ہمیں بتا رہا ہے کہ اس کی کیا وجہ تھی۔اگرچہ بعد میں ہیمنگ وے کو دنیا بھر میں مقبولیت حاصل ہوئی لیکن کافی مدت تک لوگ ہیمنگ وے کی فن اور شخصیت کو ایک حد تک سمجھنے سے قاصر رہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اب بھی اکثر نقاد اسے پوری طرح سمجھ نہیں پاتے اور اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ نقاد "انڈین کیمپ" جیسی کہانیوں میں ہیمنگ وے کے نقطہ نظر اور اس کی تمام تر توجہ اور دل چسپی کے مرکز کو جاننے میں ناکام رہے ہیں۔دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک عرصے تک انہیں معلوم ہی نہ ہو سکا کہ ہیمنگ وے کی کہانیوں میں بنیادی کردار نک ایڈم کا ہے۔"ہمارے دور مین" کی آدھے سے زیادہ کہانیاں تک ایڈم کے کردار کے تاریخی ارتقا سے متعلق ہیں۔ان کہانیوں میں ک ایڈم کا بچپن بھی ہے اور جوانی بھی اور ان تمام واقعات کی جھلک بھی جو آگے چل کر

اس کے کردار کو ایک خاص رنگ دینے کا بعث بنے، مجموعی طور پر دیکھا جائے تو تمام کہانیاں مل جل کر ایک ناول کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ کہانیاں باہمی طور پر اس حد تک مربوط ہیں کہ بعض کہانیاں تو دوسری کہانیوں کو پڑھے بگیر سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔ شاید اس لیے بعض نقادوں کا کہنا ہے کہ ہیمگ وے کے اکثر و بیشتر کہانیوں میں سرے سے کوئی مرکزی خیال ہی نہیں اور اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ یا تو ہیمنگ وے کی ابتدائی تخلیقات کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں اور یا پھر ان کے مطالعہ دقت نظر سے تہی ہوتا ہے۔

ان کہانیوں میں اکث نک دہشت انگیز اور ناخوشگوار واقعات سے دوچار ہوتا رہتا ہے اور ان کہانیوں میں جگہ ہیمنگ وے کا قلم ضرورت سے زیادہ نے رحم نظر آتا ہے اور نک کے بعض ایسے پہلو بھی کھل کر سامنے آنے لگتے ہیں کہ جو اس کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتے دراصل ہر بڑے ادیب کی طرح ہیمنگ وے بھی اس بات کا قائل تھا کہ اس دنیا کا کوئی بھی چلتا پھرتا اور ہنستا بولتا کردار نہ تو پورے طور پر فرشتہ ہوا کرتا ہے اور نہ ہی مکمل شیطان۔ اس لیے ہیمنگ وے کے کردار روح کی عبادت کے ساتھ ساتھ بدن کی ضیافت کرنے کا بھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے لیکن "اسلھوں کو الوداع" کی ہیروئن کیتھرئین برکلے "ڈی ایچ لارنس" کی لیڈی چیٹر لیز کا روپ دھار کی ذہنی تعیش پر آمادہ نہیں کرتی اور جب بھی ایسے مواقع پیدا ہنے لگتے تو ہیمنگ وے کا قلم اپنی ایک ہلکی سی جنبش سے انہیں معتدل بنا دیتا ہے بہر حال میرے نزدیک ہیمگن وے کا انصاف کرداروں کے ساتھ کہیں کہیں ضرورت سے زیادہ بے رحمی کا مرتکب ہوتا۔ "اتنی سی داستان "پڑھ کر تو یہ شک بھی یقین میں بدلنے لگتا ہے اور اس کہانی میں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ نک ایڈم پہلی جنگ عظیم مین لڑتے ہوئے زخمی ہونے کے بعد دشمن کے ساتھ جداگانہ صلح کر لیتا ہے۔ وہ اب اپنے ملک یا کسی دوسرے ملک کے لیے لڑنا نہیں چاہتا۔ اور اب وہ کسی جنگ میں شریک نہ وہگا۔ یہ مختصر سی کہانی ہیمنگ وے کی شخصیت اور اس کے فن کو سمیٹنے کے لیے جس قدر اہمیت کی حامل ہے وہ بیان سے باہر ہے یہی کہانی ناول کے وسیع کینوس پر فریڈرک ہنری "اسلحوں کی الوداع" میں دہارتا ہے اور یہی کہانی ایک طرح سے ہیمنگ وے کی بیشتر کہانیوں اور ناولوں کے کرداروں کی نزدگیوں کا نقطہ عروج ہے اس کہانی میں نک کا زخمی ہونا دو لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے اور ایک تو اس لحاظ سے کہ یہ زخم اس کے تمام ذہنی رگوں میں شدت اور چبھن پیدا کر دیتا ہے جو بچپن میں امریکہ کے درمیانی مغربی حصوں میں سہتا رہا اور اس کہانی کے بعد ہیمنگ وے کا مثالی ہیرو جسمانی اور نفسیاتی دونوں طرح ایک زخم خوردہ انسان ہے اور دوسرے یہ کہ کہانی کے بعد اس کا ہیرو "جداگانہ طور پر امن "کا اعلان کر دیتا ہے یا دوسرے لفظوں میں محب وطن نہیں رہا۔ یہیں سے وہ منظم سوسائٹی سے مجموعی طور پر گریز کرتا ہے اور 1925 سے 1940 تک ہیمنگ وے کے ہیرو اور خود ہیمنگ وے کا سوسائٹی کے ساتھ قطع تعلق اس کی بہت سی ادبی تخلیقات میں نمایاں آتا ہے۔

"ۃمارے دور میں" کے افسانوی مجموعے کی آخری کہانی "The Big Two Hearte River" اس تمام قطع تعلق کی پیش بینی کرتی ہے۔ ہیمنگ وے نے 1950 میں ایک موقع پر شکایتاً کہا تھا کہ اگرچیہ یہ کہانی 25 برس پرانی ہے لیکن ابھی تک اسے کوئی بھی سمجھ نہیں سکا۔ دیکھائے تو یہ ایک سیدھی سادی کہانی ہے جو ہمیں ایک ایکسے کردار کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ جو پہلی جنگ عظیم میں زخمی ہوا تھا اور اب تن تنہا مچھلی کا شکار کھیل رہا ہے جو ہر شخص سے بھاگا پھرتا ہے اور "بم پھٹنے کے صدمے "کا شکار ہے اور اپنی تمام تر قوتوں کا مجتمع کر کے اپنے پاگل ہونے کے اندیشے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"ہمارے دور میں" کے بعد ہیمنگ وے نے کہانیوں کے دوسرے دو مجموعوں میں نک کے کردار کو جابجا ابھارا ہے ان میں سے ایک کہانی "ایسی بستی ایسے لوگ" کو خاص طور پر بہت شہرت حاصل ہوئی اس میں نک ایک بے حد دہشت انگیز پس منظر میں دکھایا گیا ہے۔ جہاں ایک انعامی مکہ باز اینڈرسن چند بدمعاش لوگوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچنے کی تمام کوششیں بے سود سمجھ کر اپنی موت کا منتظر ہے میں اسے ذہنی ناپختگی کے دور میں ہی عصمت فروشی اور ہم جنسیت کی دورنگ اذیت میں ملوث کرداروں سے سابقہ پڑتا ہے اور ایک تیسری کہانی "In A Way You Will Never Be" میں نک ایسے مرحلے سے دوچار ہوتا ہے جسے "The Big Two Hearted River" میں بڑی شدت کے درگزر کرنا چاہتا ہے اور یوں لڑائی کے دوران اپنی ساتھ بیتے ہوئے حادثات یاد آجانے سے دماغی توزن کھو بیٹھتا ہے۔

نک کے کردار کی بہت سے درمیانی کڑیاں ہمیں ہیمنگ وے کے ان افسانوں میں ملتی ہیں جو اس نے صیغہ متکلم میں لکھی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا بیان کرنے والا خود نک ہی ہے اور ان میں جگن کے موضوع پر لکھی گئی ایک کہانی Now I Lay me میں وہ اس نام سے پکارا بھی گیا ہے یہ بے خوابی سے متعلقہ ایک کہانی ہے اور نک زخمی ہونے کے بعد اکثر اس مرض کا شکار رہا ہے اس کہانی میں نک کا ذہن خیالاست کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ سے وہ سو نہں سکتا ان

میں بہت سے خیالات اور واقعات کا تعلق جو اس کے ذہن پر مسلط ہیں کہانویں کے ساتھ ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ "دیار غیر" میں ہیمنگ وے کے اس بنیادی نقطہ کا دائرہ اور وسیع ہو کر The sun also rises کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں ایک پوری نسل اس تباہی کا شکار ہو چکی ہے۔

اب تک اس بات کی وضاحت کی جاتی رہی ہے کہ نک ایڈم کس قسم کی شخصیت ہے۔ وہ یقیناً اب نامکمل کردار نہیں جیسا کہ اسے سمجھا جاتا رہا ہے وہ دیانت دار بھی ہے اور اس میں تمام مردانہ صفات بھی ہیں لیکن ان سب سے بڑھ کر بے حد جذباتی ہے اسے سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ نک کا کردار آگے چل کر ہیمگن وے کا ہیرو بننے والا ہے۔ ہیمنگ وے کی کہانیوں اور ناولوں کے ہر کردار کی نشو نما انہی خطوط پر ہوتی ہے جن پر نک کی ہو چکی ہے یہی کردار ان کہانویں اور ناولوں میں بار بار جنم لیتا ہے تمام تر مشکلات کے باوجود زندہ رہنے اور ان پر قابو پانے کا سبق سیکھتا ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک ہیمنگ وے زندہ رہا نک ایڈم کے زخم مندمل نہ ہو سکے۔

ہیمنگ وے کی تخلیقات میں ایک ایسے کردار کی موجودگی بھی ضروری ہے جو ان زخموں پر مرحم رکھ سکے اور اس غم کا مداوا کر سکتے جو ہیمنگ وے کے ہیرو کو درپیش ہے یہاں یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ کردار خود ہیمنگ وے کی اپنی شخصیت ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں اگرچہ ہیمنگ وے کے ہیرو کی شخصیت خود ہیمنگ وے سے بے حد مماثلت رکھتی ہے لیکن اس دوسرے کردار کا تعلق ہیمنگ وے کی ذات سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہیمنگ وے کے ہرو اور اس کردار میں ایک واضح فرق کو ملحوظ رکھنا ہوگا وہ یہ کہ ہیمنگ وے کا یہ کردار اس کے ہیرو کی خامیوں اور خوبیوں میں ایک توزن پیدا کرنے کے لیے سامنے آتا ہے۔ اور ہم اس کردار کو ہیمنگ وے کا باضابطہ Code Hero کہ سکتے ہیں وہ اس لیے کہ یہ کردار ایک ایسا ضابطہ پیش کرتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ہیرو تشدد، بد نظمی اور تباہی سے عبارت اس دنیا میں زندہ کر سکتا ہے۔ جہاں اسے لا کر پھینک دیا گیا ہے اور اس طرح ہیمنگ وے کا یہ باضابطہ ہیرو کئی موقعوں پر ہمیں انسانی عظمت و وہمت اور قوت برداشت کے بعض اصول و ضوابط بتاتا ہے جو انسان ہیجان اور دکھ کے اس دور میں مرتب کرتا رہتا ہے اور جو اسے ایسے ہتھیار مہیا کرتے ہیں جو اسے بادالنظر میں ہاری ہوئی جنگ یعنی خود زندگی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی صلاحیت کرتے ہیں اور اس طرح یہ باضابطہ ہیرو ہیمنگ وے کے مشہور فقرے Grace under Pressures کے مطابق چھاؤں تلے بھی مسکراتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ فرینکلن ایشر، تاریخ امریکہ، احسن صدیقی (مترجم)، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، اگست 1957، ص 13

2۔ محمد یحییٰ تنہا، تاریخ امریکہ، فیروز سنز، لاہور، س۔ن، ص 94

3۔ فرینکلن ایشر، تاریخ امریکہ، احسن صدیقی (مترجم)، حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی، اگست 1957، ص 58

4۔ وہاب اشرفی، پروفیسر، تاریخ ادبیات عالم (جلد ہفتم)، پورب اکادمی، اسلام آباد، 2006ء، ص 167

5۔ ایضاً، ص 177

6۔ کے ون، پروفیسر، تعارف، اسد محمد خان (مترجم)، مشمولہ، عصری امریکی شاعری، اکادمی ادبیات آف پاکستان، اسلام آباد، 2009ء، ص 31

7۔ احمد رضا باقی، اولڈ مین اینڈ دی سی اور ہیمنگ وے، مشمولہ، ارنسٹ ہیمنگ وے فکر فن اور شخصیت کا مطالعہ، احمد رضا باقی (مرتبہ)، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، 2017ء، ص 137

8۔ وہاب اشرفی، پروفیسر، تاریخ ادبیات عالم (جلد ہفتم)، پورب اکادمی، اسلام آباد، 2006ء، ص 202

9۔ زبیر رضوی، ارنسٹ ہیمنگ وے، مشمولہ، ارنسٹ ہیمنگ وے فکر فن اور شخصیت کا مطالعہ، احمد رضا باقی (مرتبہ)، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، 2017ء، ص 20